دنیا بھر کے محنت کشو ایک ہو جاؤ!

سوشلزم یا بربریت!

(عالمی صورتحال، پیش منظر اور لائحہ عمل)

دستاویز نمبر 2

41 ویں کانگریس 2024ء

ہر گزرتے دن کے ساتھ بحران مزید گہرا ہوتا جا رہا ہے۔ 1930ء کی دہائی کے ’گریٹ ڈپریشن‘ کے بعد 2008ء کا بحران سرمایہ دارانہ نظام کا سب سے بڑا بحران ہے جواب تک مسلسل جاری ہے۔ معیشت، سیاست، ماحولیات، صحت، نظریات اور عالمی غلبے کے بحرانات یکجا ہو کر ایک دوسرے کی شدت میں اضافہ کرتے چلے جا رہے ہیں۔ بحران کی جڑ شرح منافع کی گراوٹ کا رجحان ہے۔ اس لیے سرمایہ داری کے پاس استحصال، جبر اور بربادی کو بڑھانے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ چنانچہ سرمایہ دارانہ نظام کی حدود و قیود میں رہتے ہوئے اس بحران کا کوئی حل ممکن ہی نہیں ہے۔

تمام حکومتوں، ان کے اداروں اور پالیسیوں کا حتمی مقصد شرح منافع یا منافع خوری (Profitability) کی بحالی ہے۔ روایتی بورژوا پارٹیاں ہوں، انتہائی دائیں بازو کے رجحانات ہوں یا پھر اصلاح پسندی کی سیاسی قوتیں‘ سب محنت کش عوام کے خلاف کٹوتیوں اور معاشی حملوں میں مصروف ہیں۔ اس کے نتیجے میں دنیا بھر میں سماجی اور سیاسی پولرائزیشن، انقلابات، بغاوتیں اور سیاسی بحرانات جنم لے رہے ہیں جو پھر مسلسل عدم استحکام کا باعث بنتے ہیں۔ 2008ء کے بحران سے سرمایہ دارانہ نظام کے کلیدی اداروں کا ’’واشنگٹن اتفاق رائے‘‘ (Washington Consensus) بکھر چکا ہے، نظام کو ایک نظریاتی بحران کا سامنا ہے اور عوامی سطح پر سرمایہ داری پر شکوک و شبہات کا اظہار کیا جا رہا ہے اور سوالات اٹھائے جا رہے ہیں۔ 2008ء کے کریش سے امریکہ کی معاشی، سیاسی اور نظریاتی گراوٹ‘ عراق اور افغانستان میں اس کی شکست کے ساتھ مل کے جیو پولیٹیکل بحران کو دوبالا کر رہی ہے۔ دنیا کی سب سے بڑی سامراجی طاقت کی زوال پذیری اور چین کے عالمی معاشی اور سیاسی ابھار سے عالمی بالا دستی کا بحران پیدا ہو چکا ہے۔ منافعوں کے سکڑتے ہوئے حجم پر سامراجی طاقتوں کے بڑھتے تنازعات سے سامراجی ٹکراؤ اور ایٹمی جنگ کا خطرہ پھر حقیقت کے قریب ہوتا جا رہا ہے۔

منافعوں کی ہوس سے ماحولیاتی بحران کی تباہ کاریاں شدید ہوتی جا رہی ہیں۔ اقوام متحدہ کی

ماحولیاتی تبدیلی کی کانفرنس کے مطابق قوی امکان ہے کہ گلوبل وارمنگ (کرہ ارض کے درجہ حرارت میں اضافہ) نسل انسان کی بقا کو خطرے میں ڈالنے کی نا قابل واپسی حد سے تجاوز کر چکی ہے۔آگ، خشک سالی، سیلاب اور کئی دوسرے شدید موسمیاتی حالات دنیا بھر میں معمول بن چکے ہیں۔اس کے باوجود سرمایہ داری آلودگی اور گرین ہاوس گیسوں کے اخراج کے طریقہ ہائے پیداوار جاری رکھے ہوئے ہے اور انہیں روکنے اور واپس کرنے کا کوئی ٹھوس سرمایہ دارانہ منصوبہ نہیں ہے۔ نہ ہی اس نظام میں ایسی کوئی قابلیت نظر آتی ہے۔

کووڈ کی وبا نے سرمایہ داری کے بحران میں ایک اور پرت کا اضافہ کیا ہے۔ یہ ظاہر ہوا کہ سرمایہ دارانہ طریقہ پیداوار ایسی مہلک وباؤں کو جنم دیتا ہے جن پر یہ خود قابو پانے سے قاصر ہے۔ لیکن صحت کا بحران کووڈ کی وبا سے شروع ہوا' نہ ہی اس پر نسبتاً کنٹرول سے یہ ختم ہوا ہے۔ ہر سال ہیضہ، ملیریا، ڈینگی اور ایڈز سے لاکھوں انسان ہلاک ہو رہے ہیں۔صحت کا بحران سرمایہ داری کے مستقل مضمرات میں شامل ہے۔

سرمایہ داری کے نظام کے بحران کا ہر پہلو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ نظام پیداواری قوتوں کو ترقی دینے اور انسانیت کو آگے بڑھانے کی صلاحیت کھو چکا ہے۔ بلکہ دولت کے دو بنیادی ماخذوں' فطرت اور انسانیت کی بے نظیر تباہی کر رہا ہے۔ ماحولیات کی بربادی اس سطح پر جا پہنچی ہے کہ اس میں نسل انسان کا رہنا مشکل ہو چکا ہے۔ بے قابو وبائیں اور منافعوں کی ہوس میں سامراجی لڑائیاں ایٹمی جنگ کی تباہ کاریوں کو قریب لاتی جا رہی ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام فل سپیڈ کیساتھ اور بریک کے بغیر انسانیت کو بربریت اور خاتمے کی جانب دھکیل رہا ہے۔ موجودہ نظام میں اس بربادی کو روکنا یا واپس لانا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ اس نظام کی خصلت میں شرح منافع کی بحالی کی کوششوں کے برخلاف جانے کی صلاحیت نہیں ہے۔

سوویت یونین کے انہدام کے بعد سرمایہ داری کی توسیع یا پھیلاؤ کے ایک نئے دور کی پیش بینی کرنے والوں کے خواب چکنا چور ہو چکے ہیں۔ سرمایہ داری صرف مزید تباہی اور بربادی ہی

دے سکتی ہے۔اصلاح پسندی ایک یوٹوپیا اور موجودہ نظام کے اندر بہتری کے امکان کی بات ایک دھوکہ ہے۔سرمایہ دارانہ نظام کو ختم کیے بغیر ریڈیکل جمہوریت کے قیام، نیولبرلزم کے خاتمے، دولت کی از سر نو تقسیم اور عوام کی حالت بہتر بنانے کے تمام منصوبے اور ارادے بری طرح ناکام ہوئے ہیں۔نام نہاد ترقی پسند اور قوم پرست حکومتیں بھی بالآخر عوام کے خلاف وہی نیولبرل حملے اور کٹوتیاں کرنے پر مجبور ہوتی ہیں جو پہلے سے جاری ہیں۔سائریزا (یونان) یا پوڈیموس (سپین) جیسی بائیں بازو کی جماعتوں اور بوریک (چلی)، پیڈرو کاستیلو (پیرو) اور پیٹرو (کولمبیا) وغیرہ جیسے دوسرے ''ریڈیکل'' لیڈروں نے بھی اقتدار میں آنے پر کٹوتیوں (آسٹیریٹی) کے پروگرام ہی لاگو کیے ہیں۔محنت کش عوام کی زندگیوں میں قابل ذکر اور معقول بہتری لانے والے کوئی بھی اقدامات سرمایہ داری کے اندر رہتے ہوئے بڑی حد تک ناممکن ہو چکے ہیں۔حتیٰ کہ عوام کے حق میں انتہائی معتدل اقدامات بھی اس نظام کے لیے ناقابل قبول ہیں جو استحصال، کٹوتیوں اور جبر میں اضافے کے بغیر منہدم ہو جائے گا۔ایسے میں کینیشین رجحانات، فلاحی ریاستوں یا اصلاح پسند رعایات کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔سرمایہ داری کے اندر رہنے والے تمام سیاسی رجحانات محنت کش عوام کے مزید استحصال کی خاطر جبر اور استبداد میں اضافہ چاہتے ہیں۔برسر اقتدار آنے والے دائیں اور انتہائی دائیں بازو کے سیاسی رجحانات بھی ناکامی سے دوچار ہیں کیونکہ وہ بھی ان امیدوں اور مجوزہ تبدیلیوں کو عملی جامہ نہیں پہنا پاتے جن کا وہ دعویٰ کرتے ہیں۔

ایسے میں بورژوا طبقے اور اس کی ریاست کو شکست دیئے بغیر انسانیت کے مسائل کا کوئی ٹھوس حل ممکن نہیں ہے۔کوئی بھی حل صرف اس صورت میں ممکن ہوسکتا ہے جب محنت کش عوام سرمایہ داری کا خاتمہ کر کے اور اقتدار اپنے ہاتھوں میں لے کے ایک سوشلسٹ سماج کی تعمیر کا عمل شروع کریں اور اپنی تقدیر کے فیصلے خود جمہوری انداز میں کر پائیں۔

عالمی معیشت بحال نہیں ہو رہی...

سال 25-2024ء کے لیے تمام پیشین گوئیاں معاشی صورتحال کو ''غیر یقینی'' قرار دے رہی ہیں اور وبا کے بعد امریکی معیشت کی ''سافٹ لینڈنگ'' کی بات کر رہی ہیں۔ ورلڈ بینک کی سالانہ رپورٹ کا مارکسی سیاسی معاشیات کی زبان میں ترجمہ کیا جائے تو درج ذیل اہم نکات سامنے آتے ہیں:

☆امریکہ میں متوقع شرح نمو محض 1 فیصد سے کچھ زیادہ ہے۔ یعنی 2023ء میں تو امریکہ کساد بازاری (ریسیشن) سے بچ گیا لیکن 25-2024ء میں معاشی جمود کی پیش بینی ہے۔ اور یہ پیش بینی بھی صرف امریکہ کے لیے ہے (جو کہ بلا شبہ بہت اہم ہے) نہ کہ دیگر ترقی یافتہ سرمایہ دارانہ معیشتوں کے لیے (یعنی ان کے حالات اس سے بھی بدتر ہیں)۔

☆جی سیون (G-7) ممالک کی دوسری معیشتوں کے حالات اور امکانات خاصے مخدوش ہیں۔ جرمنی کی معیشت میں 2023ء کے دوران 0.3 فیصد کی گراوٹ آئی ہے اور 2024ء میں اس سے بدتر کی توقع ہے۔ جس میں اہم عنصر مینوفیکچرنگ کے شعبے میں گراوٹ ہے۔

☆ 2023ء کی آخری سہ ماہی میں فرانس اور برطانیہ کی معیشتوں کی کارکردگی منفی رہی ہے۔ کینیڈا اور جاپان کی بھی یہی حالت ہے جبکہ اٹلی جمود کا شکار ہے۔ اور کئی دوسری جدید سرمایہ دارانہ معیشتیں باقاعدہ ریسیشن (دو سہ ماہیوں تک مسلسل سکڑاؤ) کا شکار ہیں جن میں نیدرلینڈز (ہالینڈ)، سویڈن، آسٹریا اور ناروے شامل ہیں۔

☆نام نہاد ابھرتی ہوئی معیشتیں بھی وبا میں کمی اور 2022ء میں بین الاقوامی تجارت کے معمول پر آنے کی ''بحالی'' کے بعد اب سست روی کا شکار ہیں۔

☆اگرچہ عالمی سطح پر 2023ء کے دوسرے نصف میں افراطِ زر کی شرح میں معمولی سی کمی واقع ہوئی ہے لیکن اگر وبا کے خاتمے سے لے کر اب تک کے دور کو مجموعی طور پر دیکھا جائے تو جدید سرمایہ دارانہ ممالک میں لوگوں کی اکثریت کے لیے قیمتوں میں 20 فیصد اضافہ ہو چکا ہے۔ غریب

یا درمیانی آمدن والے بیشتر ممالک میں قیمتوں میں اضافہ اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔مثلاً پاکستان میں افراطِ زر 40 فیصد جبکہ ارجنٹینا میں 200 فیصد سے بھی اوپر ہے۔

☆ عالمی سطح پر دوسری عالمی جنگ کے بعد 23-2019ء کے دوران تنخواہ دار گھرانوں کی حقیقی آمدن میں پہلی بار کمی واقع ہوئی ہے۔

☆ گزشتہ برس افراط زر میں کچھ کمی آئی ہے لیکن بحیرہ احمر میں یمن کے ساحل پر نیٹو کی سامراجی یلغار اور اسرائیل کی جانب سے غزہ میں فلسطینیوں کے قتل عام کے نتیجے میں مشرق وسطیٰ میں حالات بگڑ جانے سے توانائی کی قیمتوں میں پھر سے اضافہ ہو رہا ہے اور مہنگائی کے ایک نئے سلسلے کا امکان بہت بڑھ گیا ہے۔

عالمی بینک کی جانب سے دو بیانات ہمارے موقف کی تائید کرتے ہیں:

☆ اگرچہ امریکہ میں کساد بازاری نہیں لیکن ”عالمی معیشت تیس سال میں نمو کی بدترین نصف دہائی کی جانب گامزن ہے۔“

☆ حالیہ معاشی سست روی کے پیچھے بڑی معیشتوں میں روزگار اور قدر (ویلیو) پیدا کرنے والے شعبوں میں پیداواری سرمایہ کاری کی گراوٹ کارفرما ہے۔

ہمارا مارکسی تجزیہ اس جزوی وضاحت کو مکمل کرتا ہے کہ پیداواری سرمایہ کاری میں گراوٹ کی وجہ عالمی سرمائے کی شرح منافع میں تاریخی کمی ہے (ٹیکنالوجی اور توانائی کی اجارہ داریوں کو چھوڑ کر) جو سرمائے کو سٹہ بازی کی جانب مائل کرتی ہے۔شرح منافع میں گراوٹ کے عالمی اور کلیدی رجحان کے ساتھ کچھ دوسرے عوامل مل کے عالمی سرمایہ دارانہ معیشت کی کیفیت کا تعین کرتے ہیں۔ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

☆ کارپوریشنیں (سرمایہ دارانہ کمپنیاں)، ریاستیں اور عام افراد بہت زیادہ مقروض ہو چکے ہیں۔

☆ امریکی مرکزی بینک افراط زر پر قابو پانے کے لیے شرح سود میں اضافے کا استعمال کرتا ہے جس سے قرضے مزید مہنگے ہو جاتے ہیں جس کے نتیجے میں دنیا بھر میں قرضوں کی

ادائیگیاں مزید پیچیدہ اور مشکل ہو جاتی ہیں۔ یہ انتہائی دھماکہ خیز امر ہے کیونکہ دنیا بھر میں سامراج پر معاشی طور پر منحصر ممالک کو سماجی اخراجات میں ظالمانہ کٹوتیاں کرنا پڑتی ہیں جن سے پولرائزیشن اور طبقاتی جدوجہد میں شدت آتی ہے۔

☆ آکسفیم کی تازہ ترین رپورٹ ''امیر ترین کی بقا'' کے مطابق 25 سال میں پہلی مرتبہ انتہائی امارت اور انتہائی غربت میں ایک ساتھ اضافہ ہوا ہے۔ 2020ء کے بعد وبا اور پھر ضروریات زندگی کی قیمتوں کے بحران کے سالوں میں پیدا ہونے والی کل دولت میں سے 26 ٹریلین ڈالر (63 فیصد) امیر ترین 1 فیصد کے قبضے میں آئے جبکہ صرف 16 ٹریلین ڈالر (37 فیصد) باقی ماندہ ساری دنیا کے حصے میں آئے ہیں۔ اس دوران ارب پتی افراد کی دولت میں ہر روز 2.7 ارب ڈالر کا اضافہ ہوا ہے اور گزشتہ دس برسوں میں ان کی دولت دگنی ہو چکی ہے۔

☆ دوسری جانب کم از کم 1.7 ارب محنت کش ان ممالک کے باسی ہیں جہاں مہنگائی اجرتوں میں اضافے سے تجاوز کر چکی ہے اور 82 کروڑ سے زیادہ انسان (دنیا میں ہر دس میں سے ایک انسان) بھوکے سوتے ہیں۔

☆ دنیا میں تین چوتھائی حکومتیں اگلے چار برسوں میں عوامی سہولیات کے شعبوں میں اخراجات پر کٹوتیاں لگانے جا رہی ہیں تاکہ 7.8 ٹریلین ڈالر کے قرضوں سے نمٹا جا سکے۔ اس صورتحال میں عوام کے خلاف جنگی بنیادوں پر لیبر، سوشل سکیورٹی اور ٹیکس 'اصلاحات' نافذ کی جا رہی ہیں۔ ان عارضی اقدامات کا مقصد مزید وقت یا گنجائش حاصل کرنا ہے اور ان کے نتیجے میں سماجی تضادات اور پولرائزیشن میں شدت ہی آئے گی۔

☆ چین کی معیشت اور بالخصوص رئیل اسٹیٹ کا شعبہ بھی تناؤ کا شکار ہے جس کی وجہ نجی سرمائے کی مداخلت سے جنم لینے والے سٹہ بازی کے بلبلے ہیں۔ فی الوقت وہ مزید مسائل سے بچنے کی خاطر ریاستی مداخلت کا سہارا لے رہے ہیں۔ چنانچہ دیگر بڑے سرمایہ دارانہ ممالک کی طرح چین میں بھی ''Zombie'' کمپنیوں کے مظہر نے جنم لیا ہے (یعنی ایسی کمپنیاں جو اپنی

آمدن اور اخراجات کے حوالے سے بمشکل چل رہی ہیں اور خود کو قائم رکھنے کے لیے ریاستی امداد وغیرہ جیسے مصنوعی طریقوں پر منحصر ہیں)۔ چینی معیشت میں موجود یہ متضاد عنصر مسلسل عدم توازن کی وجوہات میں سے ایک ہے۔ اگرچہ چین کی معاشی نمو کے اعشاریے نسبتاً بلند ہیں لیکن وہ وبا سے قبل کی سطح سے کم ہیں۔ ایسے حالات میں چین کی سامراجی توسیع کی عالمی پالیسی میں تیزی آئی ہے تاکہ داخلی معیشت کی کمزوری کا ازالہ عالمی دولت میں حصے داری بڑھا کے کیا جا سکے۔ اس میدان میں چین کا امریکہ سے ٹکراؤ ہو رہا ہے اور سامراجوں کے آپسی تناؤ میں شدت آ رہی ہے۔

سامراجی بالادستی کا تنازعہ

موجودہ عالمی صورتحال کا اہم خاصہ سامراجی تناؤ اور تنازعات کی بڑھتی ہوئی شدت ہے۔ جس سے بڑی طاقتوں کے مابین ٹکراؤ، علاقائی جنگوں اور تابع اور نیم نوآبادیاتی اقوام کے خلاف کے سامراجی جارحیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت (سپر پاور) امریکہ کی کمزوری، چین کا معاشی اور عسکری قوت کے طور پر ابھار اور 2008ء کے بحران کے بعد قدر زائد کی حصہ داری پر عالمی تنازعہ ہے۔ سوویت یونین کے انہدام کے بعد امریکہ دنیا کی واحد سپر پاور بن گیا تھا۔ لیکن اس بالادستی کے نتیجے میں دنیا بھر میں طبقاتی جدوجہد کے اثرات اسے تنہا ہی جذب کرنا پڑے جس سے امریکہ کی شکست و ریخت میں تیزی آئی۔ عراق اور افغانستان میں امریکی فوج کی بے بسی اور شکست نے امریکہ کو عالمی طور پر بہت کمزور کیا ہے۔ اس سے چھوٹی سامراجی طاقتوں کی مداخلت کی گنجائش بڑھ گئی ہے اور چین ایک عالمی مدمقابل کے طور پر ابھرا ہے۔ بلاشبہ امریکہ اب بھی دنیا کی سب سے بڑی سامراجی طاقت یا سپر پاور ہے۔ لیکن دوسری طاقتوں کی جانب سے امریکہ کی نسبتاً کمزور حالت کے نتیجے میں جنم لینے والا خلا پر کرنے کی کوششوں اور امریکہ کی اپنی بالادستی کو برقرار رکھنے یا بحال کرنے کی مسلسل کاروائیوں سے سامراجی تنازعات شدید ہو رہے ہیں۔ یوکرائن میں جنگ، افریقہ کے ساحل (Sahel) خطے میں بغاوتیں اور فوجی کُو اور بالخصوص اسرائیل کی جانب سے فلسطینیوں کا حالیہ قتل عام اور جارحیت

اسی عمل کے شدید ترین اظہار ہیں۔

یوکرائن کے معاملے میں ہم نے دیکھا ہے کہ خطے کی بڑی طاقت روس' سوویت یونین کے انہدام کے بعد کھو جانے والے علاقے اور اثر و رسوخ پھر سے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ جبکہ امریکہ اور نیٹو اپنے حلقہ اثر میں ہوئی توسیع برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ یوکرائن پر روسی حملے سے سامراجوں کا عالمی تناؤ بہت بڑھ گیا ہے۔ یہ علاقائی جنگ دو سال سے کسی فیصلہ کن پیش رفت کے بغیر جاری ہے اور یوکرائن کے عوام اپنی جائز مزاحمت کر رہے ہیں۔ افریقہ کے ساحل کے خطے کے ممالک میں سامراج مخالف عوامی ابھار کے نتیجے میں فرانسیسی سامراج کی کٹھ پتلی حکومتوں کے خلاف کئی فوجی بغاوتیں ہوئی ہیں۔ جن میں گنی، برکینا فاسو، مالی، نائیجر اور گبون کے ساتھ ساتھ سوڈان بھی شامل ہے۔ یہ مغربی سامراج پر ایک بڑا وار ہے جو اس خطے سے سٹریٹجک اہمیت کے حامل معدنی وسائل کی لوٹ مار کرتا ہے۔ روس یہاں پر ایک متبادل طاقت کے طور پر گھسنے کی کوشش کر رہا ہے اور کرائے کے فوجی گروہوں مثلاً واگنر گروپ کے ذریعے فوجی مداخلت کر رہا ہے۔ ان گروہوں کے ان نئے افریقی لیڈروں اور حکومتوں کے ساتھ قریبی اتحاد اور کاروباری مراسم ہیں۔ چین بھی افریقہ میں معاشی اور سیاسی پیش رفت کرتا چلا آ رہا ہے اور اب یورپی سامراج کی پسپائی سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔

7 اکتوبر کے بعد اسرائیل کی جارحیت اور قتل عام نے بھی سامراجی تنازعات کی نہج یا کیفیت کو بہت تبدیل کیا ہے۔ امریکہ کی جانب سے اسرائیل کی مدد اور اس کی جارحیت کو محدود کرنے کی ضرورت سے یوکرائن کے لیے اس کی حمایت میں یکدم کمی آ گئی ہے۔ اس کے علاوہ ہوائی جہاز بردار بحری بیڑوں اور فوجیوں کی مشرق وسطیٰ منتقلی سے بحرالکاہل میں اس کی عالمی ترجیحات بھی متاثر ہوئی ہیں۔ دوسری جانب چین اور روس نے فلسطین کے دفاع میں انگلی تک نہیں اٹھائی۔ اسرائیل سے ان کے سیاسی اور معاشی معاہدے قائم ہیں اور وہ امریکہ کی 'توجہ بٹ جانے' سے فائدہ اٹھانا چاہ رہے ہیں۔ اس سے ایک مرتبہ پھر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ چین اور روس مغربی

سامراج کے ترقی پسند متبادل ہرگز نہیں ہیں۔

امریکہ اور چین عالمی کشمکش میں بڑے حریف ہیں۔ معاشی میدان میں وہ پہلے ہی برسرپیکار ہیں۔ چین بہت عرصہ قبل ہی امریکہ کی بجائے یورپی یونین، افریقہ اور جنوبی امریکہ کا سب سے بڑا تجارتی شریک بن چکا ہے۔ حالیہ عرصے میں چین جدید ترین ٹیکنالوجی کے شعبوں میں سبقت لے جانے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جس کی تازہ ترین مثال مصنوعی ذہانت کا شعبہ ہے۔

چین اپنی معاشی ترقی کو ایک عالمی طاقت بننے کی حکمت عملی پر استوار کر رہا ہے۔ اس کی جانب سے نئی شاہراہِ ریشم (نیو سلک روڈ) کے پراجیکٹ کے تحت درجنوں ممالک میں انفراسٹرکچر میں دیوہیکل سرمایہ کاری کی جا رہی ہے، آزاد تجارت کے معاہدے ہو رہے ہیں، بڑی مالیت کے قرضے دیئے جا رہے ہیں جن میں پھر بندرگاہیں اور ملکی خودمختاری کے دیگر عناصر گروی رکھے جا رہے ہیں اور چین پہلی مرتبہ ملک سے باہر فوجی اڈے قائم کر رہا ہے۔

دوسری جانب امریکہ ایک قدم بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں ہے۔ ٹرمپ دور کی نسبتاً پسپائی کے بعد بائیڈن کی صدارت میں امریکہ اپنی عالمی بالادستی از سر نو قائم کرنے کی جارحانہ کوشش میں سرگرم ہے۔

تائیوان کا حصول اور بحیرہ جنوبی چین (ساؤتھ چائنا سی) پر کنٹرول چین کے توسیعی منصوبے کے بہت اہم حصے ہیں۔ یہ سارے عوامل مل کے چین اور امریکہ (اور امریکہ کے اتحادیوں) کے درمیان تناؤ میں اضافہ کر رہے ہیں۔ اگرچہ فی الوقت اس تنازعے کو بڑھاوا دینا دونوں کے مفاد میں نہیں ہے۔

بائیں بازو کے کچھ حصے بڑھتے ہوئے سامراجی تناؤ کو نظر انداز کرتے ہیں یا بہت کم اہمیت دیتے ہیں۔ اس طرح وہ ان سامراجی تنازعات کے پھٹ پڑنے کی صورت میں انہیں سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ دوسری جانب کچھ لوگ سامراجی تنازعے کو بڑھا چڑھا کر بھی بیان کرتے ہیں۔ جیسے تیسری عالمی جنگ بس شروع ہونے کو ہے یا ناگزیر ہو چکی ہے۔ یہ سوچ عموماً کیمپسٹ (Campist) رجحانات میں پائی جاتی ہے جو ایک سامراجی کیمپ کو دوسرے کے مقابلے میں کم

برا سمجھتے ہیں۔ یا پھر یوکرائن جیسے علاقائی تنازعات میں شکست خوردی (Defeatism) کی غلط فہمی کو پروان چڑھاتے ہیں جس کا فائدہ بالآخر روسی سامراج کو ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ فوری طور پر یا مستقبل قریب میں عالمی جنگ کا زیادہ امکان نہیں ہے۔ تاہم سامراجی دھڑوں کے درمیان تناؤ میں شدت آتی جا رہی ہے۔کوئی بھی طاقت ابھی خود کو ایک عالمی جنگ کے لیے تیار نہیں سمجھتی۔ اور نہ ہی پہلے سے موجود بلاک اور اتحاد مستقل ہیں۔ جیسا کہ یوکرائن کی جنگ سے واضح ہے۔ جس میں امریکہ اور یورپی یونین کے درمیان تضادات عیاں ہوئے ہیں۔ یورپ کے روس اور چین کے ساتھ اپنے تجارتی اور سیاسی تعلقات ہیں۔ یعنی نیٹو کے اتحادی ممالک کے مفادات بھی یکسر ہم آہنگ نہیں ہیں۔ یورپ کے اندر بھی متضاد مفادات پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ بریگزٹ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح 'جی 20' اور 'برکس' (BRICS) ممالک کے درمیان بھی تضادات پائے جاتے ہیں۔ کئی مقامی طاقتیں بھی ابھر رہی ہیں جو امریکہ اور چین سے کسی حد تک آزادانہ طور پر کاروائیاں کرتی ہیں۔

اگرچہ ان میں سے آج کوئی بھی بڑی جنگ کی طرز کا عالمی ٹکراؤ نہیں چاہتا لیکن موجودہ بحران میں قدر زائد میں حصہ داری کی حقیقی لڑائی تنازعات کو بڑھا رہی ہے۔ اگرچہ فوری تناظر عالمی طاقتوں کے درمیان کھلے فوجی ٹکراؤ کا نہیں لیکن موجودہ صورتحال کے مستقبل میں اس جانب بڑھنے کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ہمیں یہی توقع رکھنی چاہیے کہ عمومی طور پر عدم استحکام غالب رہے گا اور مقامی یا علاقائی جنگیں اور تنازعات شدید ہوں گے۔ جبکہ قومی حق خودارادیت کے دفاع کی جدوجہد بھی تیز ہوگی۔

یوکرائن جنگ کے دو سال

2022ء میں شروع ہونے والی یوکرائن جنگ سامراجی کشیدگی کا مرکز (Epicenter) تھی۔ دو سال بعد آج یہ لڑائی تعطل کا شکار ہو چکی ہے۔ یوکرائنی دارالحکومت کیئو پر قبضہ کرنے اور وہاں ایک کٹھ پتلی حکومت قائم کرنے کے ابتدائی منصوبے میں ناکامی کے بعد پیوٹن روس کی

سرحد سے متصل یوکرائن کے 20 فیصد علاقے پر اپنی گرفت مضبوط کرنے میں مصروف ہے۔ یوکرائن کی مزاحمت، جو روسی پیش قدمی روکنے میں کامیاب رہی تھی، وقت گزرنے کے ساتھ اب کمزور پڑ رہی ہے اور زیلنسکی حکومت کی جانب سے بہت زیادہ تشہیر کردہ جوابی حملے میں بھی کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔

خوراک اور توانائی کی قیمتوں پر جنگ کے اثرات نیٹو کے اتحادیوں کے درمیان تناؤ کا باعث بن رہے تھے اور پہلے ہی یورپی حکومتیں کھلے عام یوکرائن پر (روس کے زیر قبضہ) علاقے سے دستبرداری اختیار کرنے اور تنازعہ ختم کرنے کے لیے دباؤ ڈال رہی تھیں۔ اب امریکہ، جسے مشرق وسطیٰ میں بحران پر قابو پانے کی کوشش کے لیے اپنی افواج اور وسائل کا رخ موڑنا پڑا ہے، کو یوکرائن کے لیے ساز و سامان کی فراہمی میں تعطل ڈالنا پڑ رہا ہے۔ یہ واضح ہو چکا ہے کہ مغربی سامراج کی پالیسی کا مقصد کبھی بھی یوکرائن کے ہاتھوں روس کی فوجی شکست نہیں تھا۔ کیونکہ اس سے پورے مشرقی یورپ میں عدم استحکام کا خطرہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اس کی پالیسی روس کو کمزور کرنے پر مرکوز تھی تاکہ اسے سوویت یونین کے زمانے والے اپنے اثر ورسوخ کو بحال کرنے کے منصوبے میں آگے بڑھنے سے روکا جائے۔ کیونکہ اس صورت میں روس ایک سامراجی طاقت کے طور پر مستحکم ہو کر اپنا اثر ورسوخ خطے سے آگے یا باہر بڑھا سکتا ہے اور چین کے ساتھ مل کر عالمی توازن کو تبدیل کر سکتا ہے۔

یوکرائن میں صورتحال دن بدن نازک ہوتی جا رہی ہے۔ دسیوں ہزار متاثرین اور بے گھر افراد کے علاوہ ملک کے بنیادی ڈھانچے کا ایک اہم حصہ تباہ ہو چکا ہے۔ لاکھوں ملازمتیں ختم ہو چکی ہیں اور حکومت کی طرف سے محنت کشوں کے حقوق پر حملے بڑھ چکے ہیں۔ محاذ پر ناکامیوں اور عوام کی اکثریت کی مشکلات، جو کہ حکام اور اشرافیہ کی بدعنوانی اور مراعات کے برعکس ہیں، کی وجہ سے زیلنسکی کی مزدور دشمن اور سامراج نواز حکومت کی ساکھ عوام کی نظروں میں گر رہی ہے۔

دوسری طرف جنگ اور اس کے جانی اور مالی نقصانات کے خلاف آبادی کے اہم حصوں کی تنقید کو خاموش کرنے کے لیے پیوٹن اور خطے میں اس کے اتحادیوں نے اپنے ملکوں میں انتہائی

بنیادی جمہوری آزادیوں کو بھی ختم کر دیا ہے اور جبر بہت شدید ہو چکا ہے۔ جس نے تمام مخالف لیبر یونینوں اور سیاسی تنظیموں کو جلاوطنی یا زیرِ زمین جانے پر مجبور کر دیا ہے۔

اس تنازعے میں عالمی بائیں بازو کے ایک بڑے حصے کا کردار افسوسناک رہا ہے۔ ٹراٹسکی ازم کے دعویدار کئی رجحانات روایتی کیمپسٹ بائیں بازو کے ساتھ جا ملے ہیں اور مختلف قسم کے بھونڈے دلائل کی بنا پر روسی سامراج کی حمایت کر رہے ہیں۔ اس نے نہ صرف روسی جارحیت کی مزاحمت کرنے والے یوکرائن کے محنت کش طبقے اور نوجوانوں بلکہ روس، بیلا روس اور دیگر مشرقی یورپی ممالک میں پیوٹن کی مخالفت اور اپنے یوکرائنی طبقاتی بہنوں بھائیوں کی حمایت کرنے والے محنت کشوں کے ساتھ بھی یکجہتی کو کمزور کیا ہے۔

بائیں بازو کی مٹھی بھر قوتوں نے ہی یوکرائن کے عوام کے حق خودارادیت اور حق دفاع کی حمایت کی اور حملہ آور کا مسلح مقابلہ کرنے کی اصولی پالیسی اختیار کی۔ آئی ایس ایل اور ہماری تنظیم یوکرائنی سوشلسٹ لیگ نے اس پالیسی کو روسی فوج کے غیر مشروط انخلا، نیٹو کی تحلیل اور پورے مشرقی یورپ سے مغربی سامراج کے انخلا کے مطالبے کے ساتھ جوڑا ہے۔ مزید برآں ہم نے زیلنسکی حکومت سے آزادی اور اس پر تنقید کی پالیسی اختیار کی ہے اور مغربی سامراج پر اعتماد کرنے کے خلاف خبردار کیا ہے۔ اور ہم نے میدان میں موجود ہو کر ایسا کیا ہے۔ ہزاروں کلومیٹر دور آرام دہ ماحول میں بیٹھ کر نہیں۔ ہم امن چاہتے ہیں۔ لیکن روس کے ساتھ الحاق کیے بغیر۔ اور ہم یوکرائن کے ان تمام علاقوں کے حق خودارادیت کے لیے بھی کھڑے ہیں جو اس کا مطالبہ کریں۔ علاوہ ازیں ہم اس حق کے آزادانہ اور روسی اشرافیہ کے فوجی جبر کے بغیر استعمال کے ساتھ ہیں۔

اس پالیسی کی بنیاد لینن ازم کی تعلیمات ہیں جو لینن کی وفات کے 100 سال بعد بھی درست اور معقول ہیں۔ ہماری پالیسی تمام بورژوا کیمپوں اور کیمپسٹ قوتوں کے خلاف جدوجہد میں تمام ممالک، خواہ وہ سامراجی ہوں یا تابع، کے محنت کش طبقے اور نوجوانوں کے انقلابی فرائض پر مشتمل ہے۔

فلسطین: عالمی صورتحال کا کلیدی پہلو

حماس کی جانب سے 7 اکتوبر 2023ء کو کی جانے والی مسلح کاروائی اسرائیل کے لیے ایک بہت بڑا دھچکا تھا۔ اس نے صیہونی ریاست اور اس کی طاقتور اور جدید مسلح افواج کے ناقابل تسخیر ہونے کے تاثر کو اڑا کے رکھ دیا۔ لیکن اسرائیلی ردعمل غزہ کی شہری آبادی کے خلاف ایک وحشیانہ اجتماعی سزا پر مبنی ہے۔ یہ فلسطینیوں کی نسل کشی کا ایک نیا سلسلہ ہے۔ بے پناہ بمباری، سفید فاسفورس جیسے انتہائی مہلک مواد کا استعمال اور خوراک، پانی، بجلی اور ادویات کی مکمل ناکہ بندی اب بھی جاری ہے۔ اسرائیلی حملوں کو صرف 100 دن گزرے ہیں لیکن 30,000 سے زیادہ فلسطینی ہلاک یا لاپتہ ہو چکے ہیں جن میں 12,000 بچے بھی شامل ہیں۔

سامراجی طاقتیں اسرائیل کی حمایت کرتی ہیں۔ امریکہ اس حمایت میں پیش پیش ہے اور ساتھ ہی اس فسطائی نیتن یاہو پر کنٹرول رکھنے کی کوشش بھی کر رہا ہے جس نے غزہ پر بمباری جاری رکھتے ہوئے جنوبی لبنان پر بھی حملہ کیا ہے اور بحران کو باقی ماندہ مشرق وسطیٰ تک پھیلاتا جا رہا ہے۔ حالیہ تنازعے سے قبل ہی اسرائیل میں عدالتی اصلاحات کے سوال پر ایک گہری تقسیم پائی جا رہی تھی اور مسلح تصادم ختم ہونے پر نیتن یاہو کے اقتدار میں رہنے کا امکان کم ہی ہے۔

فلسطینی کاز آج عالمی پولرائزیشن کا مرکز ہے۔ یکجہتی کی ایک طاقتور بین الاقوامی تحریک ابھری ہے جس کے سب سے بڑے مظاہرے سامراج کے گڑھ امریکہ اور یورپ میں ہوئے ہیں۔ یہ اس حقیقت سے منسلک ہے کہ ان ممالک میں محنت کشوں کی جاندار جدوجہد جاری ہے اور نوجوانوں میں ریڈکلائزیشن بڑھ رہی ہے۔ امریکہ اور یورپ کے ممالک میں یہ تحریک عرب ممالک کی نسبت زیادہ متحرک ہے۔ عرب ممالک میں بورژوا آمریتوں نے اسے روک رکھا ہے۔ لیکن اس سارے عمل کے نتیجے میں اسرائیلی ریاست کے نسل کش اور دہشت گردانہ کردار کا بے نقاب ہونا صیہونیت کی سیاسی شکست ہے۔ چند ممالک نے اسرائیل سے تعلقات منقطع کر لیے ہیں اور جنوبی افریقہ نے بین الاقوامی عدالت میں اسرائیل کے خلاف نسل کشی کا مقدمہ دائر کیا ہے۔

بلاشبہ ہمیں تمام عام شہریوں کی جان جانے پر افسوس ہے۔لیکن ہم ان لوگوں کو مسترد کرتے ہیں جو اسرائیلی ہلاکتوں اور نازیوں کی جانب سے یہودیوں کی نسل کشی کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتے ہیں لیکن اسرائیل کی جانب سے کیے جانے والے قتل عام کے انکاری ہیں۔حماس سے ہمارے بنیادی اختلافات ہیں کیونکہ اس کا مقصد ایک سرمایہ دارانہ اور مذہبی ریاست کا قیام ہے۔لیکن اس تنازعے کا کلیدی اور بنیادی مجرم صیہونیت ہے جس نے 75 سال قبل فلسطین پر استعماری اور سامراج نواز ریاست مسلط کی، وہاں کے لوگوں کا قتل عام کیا، ان کی زمینیں چرائیں، لاکھوں کی تعداد میں لوگوں کو بے دخل کیا، اسرائیلی عربوں سے امتیازی سلوک روا رکھا اور آج تک فلسطینیوں کی نسلی تطہیر کا عمل جاری رکھا ہوا ہے۔غزہ کے لیے اس کا منصوبہ کبھی فوجی کنٹرول کو برقرار رکھنے اور کبھی صیہونی آبادکاروں کے لیے فلسطینیوں کو نکالنے پر مشتمل رہا ہے۔

حماس ایک اسلامی بنیاد پرست تنظیم ہے جو 2006ء میں غزہ کی پٹی کے انتخابات میں کامیاب ہوئی تھی۔ابتدا میں اسے اسرائیل فنڈ فراہم کرتا تھا جس کا مقصد فلسطینیوں کی روایتی قیادت یاسر عرفات کی پی ایل او کو کمزور کرنا تھا۔پی ایل او نے 1993ء میں اوسلو معاہدے پر دستخط کیے اور اسرائیل کو تسلیم کر لیا تھا۔اس غداری کا فائدہ حماس نے اٹھایا اور اس کی قوتوں میں اضافہ ہوا۔

اسرائیل کے قیام کے 75 سالوں میں دو ریاستی حل کی پالیسی کی مکمل ناکامی واضح ہے۔ایک سیریل کلر (عادی قاتل) کے ساتھ کون رہ سکتا ہے۔اسی طرح سرمایہ دارانہ نظام کے ڈھانچے کے اندر رہتے ہوئے ایک یکجا یا دو قومی ریاست بھی کوئی حل نہیں ہے۔انصاف پر مبنی امن کا واحد راستہ اسرائیل کی ریاست کو ختم کر کے ایک واحد، سیکولر، نسل پرستی سے پاک، جمہوری اور سوشلسٹ فلسطین کی تعمیر ہی ہے۔اس منصوبے میں فلسطینی پناہ گزینوں کی واپسی کا حق اور مشرق وسطیٰ میں سوشلسٹ انقلاب کے فریم ورک کے اندر صیہونیت سے تعلق توڑنے والے اسرائیلی محنت کش طبقے کے لیے ایک جامع حل بھی شامل ہونا چاہیے۔

اس حکمت عملی کی بنیاد پر ہم خطے میں انقلابی پارٹیوں کی تعمیر کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

کیونکہ عرب محنت کشوں کو اپنی سرمایہ دارانہ حکومتوں کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ ہم فلسطین کی حمایت اور اسرائیل کی جانب سے کی جانے والی فلسطینی نسل کشی کے خلاف تحریک جاری رکھنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ہم ایسی تمام کوششوں کے خلاف ہیں جو ظالم کو مظلوم بنا کر پیش کرتی ہیں اور صیہونیت کے خلاف ہر تنقید کو یہود مخالف قرار دے کر خاموش کرا دیتی ہیں۔ ہم تمام حکومتوں سے اسرائیل کے ساتھ تعلقات منقطع کرنے کا مطالبہ بھی کرتے ہیں۔

حکمرانی کا بحران

گہرے بحران کے حالات میں برسر اقتدار آنے والی بورژوا اور مفاہمت پسند سیاسی قیادتیں کٹوتیوں کی انتہائی جارحانہ پالیسیاں لاگو کرتی ہیں جن سے محنت کش عوام کا معیار زندگی نا قابل برداشت سطح تک گر جاتا ہے۔ اس سے روایتی بورژوا پارٹیاں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہی ہیں، نئے رجحانات کی تشکیل اور ان کے اقتدار کے تیز رفتار تجربے ہو رہے ہیں، حکومتیں گر رہی ہیں اور نئے سیاسی عوامل ابھر رہے ہیں۔

سماجی اور سیاسی پولرائزیشن کا ایک بہت ہی تیز رفتار عمل جاری ہے۔ جس سے سماج تقسیم اور تصادم کی جانب بڑھ رہے ہیں۔ ایک انتہا پر جا کے اس کا سیاسی اظہار کئی ممالک میں دائیں بازو اور انتہائی دائیں بازو کی قوتوں کا ابھار بھی ہے۔ تاہم سماج میں ان کا اثر و رسوخ اور طبقاتی جدوجہد کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت ابھی اس قابل نہیں کہ وہ محنت کش طبقے کو شکست دے کر اپنا ایجنڈا نافذ کر سکیں۔ اس عمل کی دوسری انتہا (محنت کش عوام کے) احتجاجوں، ہڑتالوں، بغاوتوں اور انقلابات میں تیار ہو رہی ہے۔ لیکن ان کے پاس ایسا سیاسی اظہار نہیں جو ان کی مکمل نمائندگی کر سکے۔ اس اظہار کا واحد راستہ انقلابی بائیں بازو کی تعمیر اور مضبوطی ہی ہے۔

دائیں اور انتہائی دائیں بازو کے ابھار کی ذمہ داری مختلف قوم پرست، پاپولسٹ اور 'سینٹر لیفٹ' حکومتوں کی ناکامی پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے اس صدی کے آغاز میں عوامی تحریکوں میں بڑی توقعات کو جگایا تھا۔ حاوی بورژوا میڈیا اور کئی مذہبی اداروں نے بھی عوام کے دائیں بازو کی

جانب جھکاؤ میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔

کئی دہائیوں کے بحران نے بورژوا جمہوریت کے اداروں کو بھی عوام کی نظروں میں گرا دیا ہے اور بورژوا جمہوری طرز کی حکومتوں کو عوام پر بالا دستی اور کنٹرول کے طریقہ کار کے طور پر کمزور کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بورژوازی زیادہ سے زیادہ جابرانہ اقدامات پر مجبور ہو رہی ہے اور حکومتیں زیادہ سے زیادہ آمرانہ ہوتی جا رہی ہیں۔ ایسا نہ صرف تابع اور پسماندہ ممالک بلکہ ترقی یافتہ سرمایہ دارانہ ممالک میں بھی ہو رہا ہے۔

جیسا کہ ہم نے آئی ایس ایل کی دوسری کانگریس کی طرف سے منظور شدہ عالمی دستاویز میں وضاحت کی ہے، ''ہم اس حقیقت سے چشم پوشی نہیں کر سکتے کہ اربوں کی آبادی کے ساتھ نئی سرمایہ دارانہ ریاستوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے جہاں بورژوا جمہوریت کا ادارہ کبھی پنپ ہی نہیں سکا۔ جبکہ دوسری جانب کئی ریاستوں میں بہت پہلے ہی اس کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ چین، روس، ایران، کیوبا، وینزویلا، نکاراگوا، شام اور درجنوں عرب اور افریقی ممالک میں آمرانہ حکومتیں قائم ہیں جن کے پاس عوام کو جمہوری آزادیاں دینے کی صورت میں اقتدار میں رہنے کی گنجائش بہت کم بچتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے خلاف عوامی تحریک اٹھنے پر وہ وحشیانہ جبر کا بازار گرم کر دیتے ہیں۔ ان میں سے کچھ ممالک میں جاری تحریکوں میں ہمیں فعال طور پر حصہ لینا چاہیے اور اس کیمپزم (Campism) کا مقابلہ کرنا چاہیے جو ہمیشہ عوامی تحریکوں کو 'سامراج کے ہاتھوں میں نہ کھیلنے' کے نام پر بدنام کرنے اور ریاستی جبر کو جواز فراہم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہمیں عوام کے عدم اطمینان کے حقیقی اظہاروں کی حمایت کرنی چاہیے۔ ہماری پالیسی دائیں بازو اور سامراج اور دوسری جانب بائیں بازو کے لبادے میں سرمایہ داری کی آمرانہ حکومتوں سے مختلف ہونی چاہیے۔ اسی صورت میں ہم عوام کی ہراول اور وسیع تر پرتوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔''

ان ممالک میں ہم جہاں سامراجی مداخلت و جارحیت کی مذمت اور مزاحمت کریں گے وہاں محنت کش عوام کی انقلابی تحریکوں کی حمایت کریں گے اور انہیں سوشلسٹ پروگرام سے مسلح

کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔اسی طرح کیوبا جیسے ممالک میں معیشت کے قومیائے گئے حصوں اور معاشی منصوبہ بندی کے عناصر کو محفوظ کرنے اور انہیں محنت کش طبقے کے جمہوری کنٹرول میں بڑے پیمانے پر ترویج دینے کی جدوجہد کریں گے۔

انتہائی دائیں بازو(Ultra-Right) کا ابھار اور اس کیساتھ کیسے لڑا جائے

2022ء کے آخر اور 2023ء میں دائیں اور انتہائی دائیں بازو نے خاص طور پر یورپ میں نئی انتخابی فتوحات حاصل کی ہیں۔سویڈن میں ماڈریٹ پارٹی (دائیں بازو) اور سویڈن ڈیموکریٹس (انتہائی دائیں بازو) نے سوشل ڈیموکریسی کے بعد دوسرے اور تیسرے نمبر پر آ کر حکومتی اتحاد بنایا۔فن لینڈ میں نیشنل کولیشن (دائیں بازو) نے پارلیمانی انتخابات میں کامیابی حاصل کی جس کی حمایت پارٹی آف فنز (انتہائی دائیں بازو) نے کی اور دو دیگر قوتوں کے ساتھ مل کر حکومت بنائی۔نیدرلینڈز (ہالینڈ) میں پارٹی فار فریڈم (انتہائی دائیں بازو) نے قانون ساز اسمبلی کے انتخابات میں کامیابی حاصل کی اور تین دیگر دائیں بازو کی جماعتوں کے ساتھ مل کر حکومت بنائی۔سپین میں پی پی (دائیں بازو) نے علاقائی انتخابات میں پیش قدمی کی اور عام انتخابات میں ووکس (انتہائی دائیں بازو) کو ہرا کر میابی حاصل کی۔اگرچہ اسے حکومت بنانے کے لیے درکار اکثریت حاصل نہیں ہوئی۔یونان میں نیوڈیموکریسی (دائیں بازو) نے قانون ساز اسمبلی کے انتخابات میں کامیابی حاصل کی اور تین انتہائی دائیں بازو کی جماعتوں نے 13 فیصد ووٹ حاصل کیے۔جرمنی میں انتہائی دائیں بازو کی جماعت ’جرمنی کے لیے متبادل‘ کے نام سے آگے بڑھ رہی ہے۔ترکی میں اے کے پی (بنیاد پرست دایاں بازو) اور آمرانہ رجحانات رکھنے والا اردگان پھر سے صدر منتخب ہوا ہے۔سوئٹزرلینڈ میں ایس وی پی (دائیں بازو) نے کامیابی حاصل کی۔اٹلی میں انتہائی دائیں بازو کی ’برادرز آف اٹلی‘ اور ہنگری میں ’فیڈز پارٹی‘ حکومت میں ہے۔امریکہ میں ٹرمپ صدارت میں لوٹنے کی دوڑ میں شامل ہے۔

مصر کے صدارتی انتخابات میں حزب مستقبل وطن پارٹی (دائیں بازو) کا سابق فوجی جنرل السیسی دوسری بار صدر منتخب ہو چکا ہے۔ لاطینی امریکہ میں ارجنٹینا میں انتہائی دائیں بازو سے تعلق رکھنے والا ہاویئر ملے صدر منتخب ہو چکا ہے۔ وہ ایک لیبرٹیرین یا انتشاری سرمایہ دارانہ تجربہ کرنا چاہتا ہے اور ماکری کی قیادت میں موجود دائیں بازو کے ساتھ مل کر کٹوتیوں اور آمریت کی سخت پالیسیاں نافذ کرنے کے چکر میں ہے۔ ایکواڈور کے صدارتی انتخابات میں کمزور رائے ڈی این اتحاد کے نوبوا نے کامیابی حاصل کی۔ کولمبیا، جہاں ہسٹورک پیکٹ (سینٹر لیفٹ) سے تعلق رکھنے والا پیٹرو برسراقتدار ہے، کے علاقائی انتخابات میں دائیں بازو کی مختلف جماعتیں جیت گئی ہیں۔

اسی طرح ہندوستان میں نیم فسطائی مودی اور بی جے پی، جو ایک طرف نیولبرل یلغار کو جاری رکھے ہوئے ہیں اور دوسری طرف پورے ہندوستانی معاشرے کو ہندوتوا کے رنگ میں رنگنے کے درپے ہیں، تیسری بار برسراقتدار آنے کے لیے پر تول رہے ہیں۔ جبکہ پاکستان میں عمران خان اور تحریک انصاف کا رجعتی ابھار بھی پاپولسٹ دائیں بازو کا ہی ایک مظہر ہے۔

ان پیش رفتوں کی بنیادی وجہ کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے: یہ دراصل خود ساختہ ''ترقی پسند'' حکومتوں کی ناکامی ہے جو اس ''ترقی پسندی'' کی آڑ میں سخت سرمایہ دارانہ پالیسیوں کا اطلاق کرتی ہیں۔ جس سے عوامی تحریک میں مایوسی، سماجی عدم اطمینان اور نظریاتی کنفیوژن پیدا ہوتی ہے۔ سرمایہ داری دشمن انقلابی بایاں بازو ہی سرمایہ داری کی پروپیگنڈا مشینری کی جانب سے سوشلزم مخالف مہم کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ لیکن جب عوام کو ایسا کوئی انقلابی آپشن میسر نہیں آتا تو ان کا غصہ سیاسی و انتخابی میدان میں دائیں اور انتہائی دائیں بازو کے ذریعے اپنا اظہار کرتا ہے۔

پچھلی صدی کے فسطائی (فاشسٹ) رجحانات کے برعکس فی الوقت موجود انتہائی دایاں بازو محنت کش طبقے کے خلاف خانہ جنگی کے طریقوں کی بجائے بورژوا جمہوری حکومت کے ڈھانچے کے اندر کام کرتا نظر آتا ہے (اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اس بارے میں نیچے کی سطور میں مزید بحث موجود ہے)۔ لیکن اصلاح پسندی اسے بڑھا چڑھا کر پیش کرتی ہے تاکہ اپنی

طبقاتی مفاہمت اور لبرل بورژوا حکومتوں کے لیے اپنی سیاسی حمایت کو ایک کمتر برائی کے طور پر جائز قرار دے سکے۔ اس پالیسی اور فاشزم کے خلاف ضروری اتحاد بنانے میں فرق کرنا ضروری ہے۔

انتہائی دائیں بازو کی پیش قدمی سماجوں کو ریڈیکل بنیادوں پر تقسیم کرتی ہے۔ یہ عوام کی زیادہ باشعور پرتوں میں موجودہ نظام کے استرداد، نئے سیاسی امکانات کی تشکیل اور تحریک کی تنظیم اور تحرک میں اضافے کا باعث بھی بن رہی ہے۔ ابھی جنوری 2024ء کے آخری دنوں میں ہی ہم نے اے ایف ڈی کے نوفسطائیوں کے اقتدار میں آنے کے امکان کے خلاف جرمنی میں پندرہ لاکھ لوگوں کا ایک اجتماع دیکھا ہے۔ اسی تناظر میں ارجنٹینا میں ایک عام ہڑتال کی گئی تھی اور اس سے بھی بڑھ کر 24 جنوری کو 10 لاکھ محنت کش اور دوسرے عام لوگ ہاویئر ملے کی نئی انتہائی دائیں بازو کی حکومت کے خلاف متحرک ہوئے ہیں۔ اٹلی میں بھی اسی طرح کے مظاہرے ہوئے ہیں۔ یونان اور کئی دیگر ممالک میں بھی فسطائی رجحانات کے خلاف جدوجہد دیکھی جا سکتی ہے۔

الٹرا رائٹ یا انتہائی دایاں بازو ایک خطرہ ہے جسے سنجیدہ لینا چاہیے اور سیاسی اور ثقافتی طور پر اس کے خلاف لڑنا چاہیے۔ خاص طور پر ایسے وقت میں جب دنیا بھر میں آمریت، جبر اور کٹوتیوں کی پالیسیوں کے نفاذ کی خاطر فوجی مداخلت اور تشدد تک کے رجحانات بڑھ رہے ہیں۔ اس صورتحال کے خلاف ہمیں احتجاجوں میں پیش پیش ہونا چاہیے۔ اپنے عمومی پروگرام اور انقلابی پالیسی کے جزو کے طور پر جمہوری حقوق اور آزادیوں کے دفاع پر زور دینا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں عوام میں ایجی ٹیشن کرنی چاہیے اور صبر کے ساتھ یہ وضاحت کرنی چاہیے کہ صرف محنت کشوں کی حکومتیں اور سوشلزم ہی ایک بین الاقوامی نصب العین کے طور پر اکثریتی آبادی کے لیے سماجی بہبود، آزادی اور حقیقی جمہوریت کی ضمانت دے سکتے ہیں۔

آئی ایس ایل کے پروگرام کے جزو کے طور پر ہمیں انتہائی دائیں بازو کے خلاف سرگرمیوں، تقریبات اور بین الاقوامی فورمز کو فروغ دینا چاہیے اور ان میں شرکت کرنی چاہیے۔ اور ایسا ہمیں انقلابیوں کی تنظیم نو کی جستجو اور اس جانب ہمارے مستقل رجحان کے وسیع تر تناظر میں کرنا ہے۔

انقلابی رجحانات: محنت کشوں اور عوام کی پیش قدمی اور بائیں بازو کے لیے گنجائش

جس طرح انتہائی دائیں بازو کے ابھار سے ظاہر ہونے والے خطرے کو معمولی سمجھنا ایک غلطی ہوگی اسی طرح محنت کشوں اور وسیع تر عوام کے بڑھتے ہوئے ابھار سے انکار کرنا بھی بہت بڑی بھول ہوگی۔ یہ تحرک کئی برسوں سے جاری ہے اور 2023ء میں ایک جست کے ساتھ امریکہ اور یورپ کی طاقتور مزدور تحریک اس میں شامل ہوئی ہے۔ ہمیں اس میں فلسطینی مزاحمت کو بھی شامل کرنا چاہیے جس نے پورے مشرق وسطیٰ میں سامراج کے منصوبوں کو غیر یقینی سے دوچار کر دیا ہے۔

فلسطین میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کی اہمیت ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں۔ آیئے محنت کش طبقے کی سب سے طاقتور بٹالین کی ہڑتالوں اور تحریک پر غور کریں۔ امریکہ میں ہم نے حال ہی میں تین بڑے کار ساز اداروں کے محنت کشوں کی کامیاب ہڑتال اور 50 سال میں ہڑتالوں کا سب سے بڑا سلسلہ دیکھا ہے۔ کورنیل یونیورسٹی کے مطابق 2023ء میں 400 سے زائد ہڑتالیں ہوئیں جن میں ہالی ووڈ کی تفریحی صنعت کو مفلوج کر دینے والی ہڑتال بھی شامل ہے اور تاریخ میں صحت کے شعبے کے محنت کشوں کی سب سے بڑی ہڑتالیں بھی شامل ہیں۔ اس سے قبل ہم جارج فلائیڈ کے قتل کے بعد چلنے والی تحریک اور خواتین اور نوجوانوں کی سیاسی ریڈکلائزیشن بھی دیکھ چکے ہیں۔

برطانیہ میں اب چند سالوں سے مزدوروں نے دوبارہ کھڑا ہونا شروع کر دیا ہے اور ریل کے محنت کشوں، اساتذہ اور شعبہ صحت کے محنت کشوں کی اہم ہڑتالیں اور کرایوں میں اضافے کے خلاف مقامی احتجاج ہوئے ہیں۔ فرانس میں پنشن اصلاحات کے خلاف محنت کش طبقہ لڑائی لڑ رہا ہے، اجرت میں اضافے کے لیے ہڑتالیں ہو رہی ہیں، پولیس تشدد کے خلاف نوجوانوں کی بغاوت ہوئی ہے، نسل پرستانہ قوانین کے خلاف تحریکیں چل رہی ہیں اور کسانوں کی طرف سے سڑکیں بند کی جا رہی ہیں (جس وقت یہ سطور تحریر کی جا رہی ہے کسانوں کی تحریک ہالینڈ، بیلجیم، ہنگری اور پولینڈ وغیرہ تک پھیل چکی ہے)۔ جرمنی میں ریلوے کی طویل ترین ہڑتال جاری ہے

اور لاکھوں لوگ ابھرتے ہوئے انتہائی دائیں بازو کے خلاف متحرک ہو چکے ہیں۔ سپین میں نرسوں اور صحت کے شعبے کے محنت کشوں، ریلوے مزدوروں اور آئبیریا ایئر لائن کے کارکنوں کی ہڑتالیں ہوئی ہیں۔ آئرلینڈ میں اساتذہ، ڈاکٹروں اور ٹرانسپورٹ محنت کشوں کی ہڑتالیں ہوئی ہیں۔ اسی طرح اٹلی میں پبلک ٹرانسپورٹ کے محنت کشوں، ہوائی ٹریفک کنٹرولرز اور ٹیکسی ڈرائیوروں کی جدوجہد جاری رہی ہے۔ اس طرح کے واقعات پورے یورپ میں ہو رہے ہیں۔

لاطینی امریکہ میں 2024ء کا آغاز عام ہڑتال کے ساتھ ہوا اور ارجنٹینا میں نئی انتہائی دائیں بازو کی حکومت کے جابرانہ اور مزدور دشمن قوانین کے خلاف دس لاکھ محنت کش متحرک ہوئے۔ پچھلے سالوں میں نکاراگوا، چلی، کولمبیا، پیرو اور بولیویا میں عوامی بغاوتیں ہوئیں اور برازیل، ایکواڈور، پاناما، کیوبا، ہیٹی، پورٹوریکو اور پیراگوئے میں بڑے پیمانے پر تحریکیں اٹھیں۔

افریقہ میں ساحل کے خطے میں 2020ء سے فرانسیسی سامراج کی کٹھ پتلی حکومتوں کے خلاف عوامی حمایت کے ساتھ فوجی بغاوتیں ہو رہی ہیں۔ یاد رہے کہ افریقہ اور مشرق وسطیٰ میں 2010ء سے 2012ء تک پہلی عرب بہار گزری جس نے تیونس، مصر، لیبیا اور یمن کی آمریتوں کا تختہ الٹ دیا۔ 2018ء سے 2022ء کے عرصے میں اردن، لبنان، سوڈان، الجزائر، شام اور عراق وغیرہ میں دوبارہ تحریکیں اٹھیں اور کئی ایک حکومتوں کا خاتمہ بھی ہوا۔ ایران میں 2019ء میں مہنگائی کے خلاف عوامی بغاوت ہوئی اور 2022ء میں مذہبی پولیس کے ہاتھوں مہسا امینی کے قتل کے بعد ایک اور بغاوت ہوئی۔

ایشیا میں حالیہ برسوں میں ہم نے سری لنکا اور میانمار میں بغاوتیں یا بڑے پیمانے کی تحریکیں اور ہندوستان میں بڑی عام ہڑتالیں دیکھی ہیں۔ پاکستان میں بھی مزدور تحریک کے بحران کے باوجود پبلک سیکٹر کے محنت کش نجکاری کے خلاف اور اجرتوں میں اضافے کے لیے نبرد آزما ہیں۔

اسی طرح قومی تحریکوں کا ایک پورا سلسلہ دنیا میں نظر آتا ہے۔ سامراجی حملوں سے جنم لینے اور سرمایہ دارانہ نظام میں نہ حل ہو پانے والے ان مسائل (یوکرائن، مغربی صحارا، کشمیر، ہانگ

کانگ، تائیوان وغیرہ) میں قومی آزادی کی جدوجہدوں کی استقامت انقلابیوں کے لیے اپنے عبوری پروگرام کے لازمی جزو کے طور پر قومی حق خودمختاری، حق خودارادیت اور حق دفاع کو اپنانے کی ضرورت کو ظاہر کرتی ہے۔

موجودہ دور کا اہم ترین تضاد ایسی ٹھوس انقلابی قیادتوں کی عدم موجودگی ہے جن کا محنت کش طبقے کی تحریکوں میں اتنا اثر ورسوخ موجود ہو کہ وہ جدوجہد اور بغاوتوں کے نتائج پر اثر انداز ہو سکیں۔ اس سے غدار اور مفاہمت پرست مزدور قیادتوں کو ان کے ہتھکنڈوں کے لیے گنجائش مل جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑی فتوحات حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور بہت سی جدوجہدیں اور تحریکیں جمہوری رد انقلاب کے طریقہ کار یا ریاستی جبر کے ہاتھوں شکست کھا کر ختم ہو جاتی ہیں۔

بیشتر حالیہ تحریکوں اور نیم بغاوتوں کی ایک اور کمزوری ان کا عوامی کردار ہے۔ یعنی ان میں محنت کش طبقے کا مرکزی کردار نہیں ہے۔ چونکہ محنت کش ان میں ہراول کردار ادا نہیں کر رہے اس لیے جمہوری تنظیموں کا ظہور، جدوجہد میں شامل مختلف شعبوں کی ہم آہنگی اور ہمارے پروگرام کو وسیع تر عوام تک پہنچانا مشکل ہو جاتا ہے۔

ہمیں 2023ء میں ہونے والی نئی پیش رفتوں کو بہت غور سے دیکھنا ہو گا کیونکہ مرکزی سرمایہ دارانہ ممالک میں محنت کش طبقات سامنے آ رہے ہیں۔ اس سے حالات و واقعات کا رخ بدل سکتا ہے اور وہ دنیا بھر پہ اثر انداز ہو سکتے ہیں۔

وہ جتنی بھی کوششیں کر لیں آج سرمایہ داروں کے پاس اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ ان ابھرتی ہوئی جدوجہدوں کو تاریخی شکست دے سکیں۔ اگرچہ ہمارے طبقے اور عوامی قیادت کے مسائل ہمیں اپنے حق میں بحران کو حل کرنے کی اجازت بھی نہیں دیتے۔ تناظر جدوجہد میں مزید تیزی کا ہے۔ جس میں محنت کشوں کی مزید ہڑتالیں، تحریکیں اور بار بار ابھرنے والی بغاوتیں شامل ہوں گی۔

جیسا کہ ہم نے پچھلی کانگریس کی عالمی دستاویز میں لکھا تھا، ''ہمارا چیلنج یہ ہے کہ اس نئے مرحلے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہر ملک میں اپنے نوجوان کیڈرز کو تربیت دیں۔ اپنے آپ کو سماجی

اور سیاسی طور پر محنت کش طبقے اور وسیع تر عوام کے سب سے زیادہ متحرک حصوں میں شامل کریں اور اپنی تعمیر میں ایک جست لگائیں۔ یاد رہے کہ ابھی ہم ایک ایسے عمل کے محض آغاز پر ہیں جو گہرا ہوتا جائے گا اور ہمیں آگے بڑھنے کے متعدد مواقع فراہم کرے گا۔ اگر ہم مضبوط انقلابی سوشلسٹ تنظیموں کی تعمیر میں آگے بڑھیں اور اس مرحلے پر اپنے طبقے کے کلیدی حصوں کی قیادت کر پائیں تو ہم اپنے آپ کو ایک ایسے معروضی عنصر میں تبدیل کر سکتے ہیں جو سماجی عمل کی کمزوریوں کو پورا کر سکے گا، کلیدی کردار ادا کرنے میں مزدور تحریک کی معاونت کر سکے گا اور محنت کشوں کو آنے والی بغاوتوں اور انقلابات میں اقتدار کے حصول کی کشمکش میں حصہ لینے کے قابل بنا سکے گا۔ صرف اسی طرح ہم انقلاب سے پہلے کی ایسی صورتحال تک پہنچ پائیں گے جہاں ہمارا انجام پسپائی نہیں ہوگا اور اسی طرح ہم حقیقی معنوں میں وہ انقلابی بن سکیں گے جو تاریخ کا دھارا موڑ کے رکھ دیتے ہیں۔'' ہم نے مزید کہا تھا، ''تسلط کے ڈھانچوں اور طریقہ ہائے کار کا بحران عوام کی پرتوں میں اثر ورسوخ کے وسیع امکانات کھول رہا ہے۔ انتہائی دایاں بازو اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے خود کو عوامی تحریک کے انتہائی قدامت پسند اور پسماندہ حصوں میں مقبول بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ ہم انقلابیوں کو دلیری کے ساتھ اپنے تمام اقدامات، رجحانات اور حکمت عملیوں کو یوں استعمال کرنا ہو گا کہ اس گنجائش کا فائدہ اٹھایا جا سکے جو انقلابی بائیں بازو کے لیے موجود ہے اور بحران کی شدت کے ساتھ بڑھتی جا رہی ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے جدوجہد کے ہراول دستے میں رہنے کے ساتھ ساتھ ہمیں نہ صرف رجعتی حکومتوں کے خلاف بلکہ حکمران ڈھانچوں اور غدار قیادتوں کے خلاف بھی وسیع اور گہرے مطالبات اٹھانے ہوں گے اور جس نظام کے لیے ہم لڑ رہے اس کے اور انقلابیوں کو پھر سے منظّم کرنے کی ضرورت کے حق میں پروپیگنڈا کرنا ہوگا۔''

'کوپ 28' اور ''ماحول دوست سرمایہ داری'' کا فریب

2023ء میں عالمی سطح پر موسمیاتی تبدیلی کے تمام ریکارڈ ٹوٹ گئے اور کرہ ارض کا اوسط درجہ حرارت صنعتی عہد سے قبل کی سطح سے تقریباً 1.5 ڈگری سینٹی گریڈ زیادہ تک پہنچ گیا۔ 2023ء

کے دوران اوسط عالمی درجہ حرارت پچھلے 100,000 سالوں میں کسی بھی وقت سے زیادہ تھا۔

دسمبر میں جب دبئی میں کوپ 28 (اقوام متحدہ کی کانفرنس برائے موسمیاتی تبدیلی) کا اجلاس ہو رہا تھا تو اس وقت ریو ڈی جنیرو (برازیل) میں درجہ حرارت 45 ڈگری تک پہنچ چکا تھا اور 50 ڈگری محسوس ہو رہا تھا۔ کئی ہزار کلومیٹر دور آسٹریلیا بھی اپنا ہی ریکارڈ توڑ رہا تھا۔

جبکہ موسمیاتی تبدیلیوں پر اقوام متحدہ کا اعلیٰ سطحی اجلاس، جو کہ عالمی مقتدرہ کی موسمیاتی پالیسی سازی کا باضابطہ ادارہ ہے، کرہ ارض کے سماجی و ماحولیاتی بحران کا مقابلہ کرنے کے لیے کچھ ایسی بیکار کاروائیوں میں مصروف تھا:

''اجلاس توثیق کرتا ہے کہ توانائی کے شعبے میں 'بعد از فوسل' عہد کی طرف بڑھنا ضروری ہے... لیکن بیک وقت یہ بھی تجویز کرتا ہے کہ منڈی کے نظام کو 'کسی وقت پر' اس تبدیلی کا سامنا کرنے کے قابل بنایا جائے۔ اس سلسلے میں خاص طور پر گرین ہاؤس گیسوں کے اخراج پر ٹیکس شامل ہے۔''

سرمایہ دارانہ نظام کے حالات میں سیاسی معاشیات کی یہ سب سے بنیادی اور جانی پہچانی حقیقت ہے کہ کوئی بھی کارپوریشن جس کے پاس قیمتیں طے کرنے کی اجارہ داری ہو، جیسے کہ بڑی توانائی کمپنیاں ہیں، ٹیکس کا بوجھ صارفین پر ہی ڈالتی ہے۔ لہٰذا ٹیکس آلودگی پھیلانے والے اخراج کو بالکل نہیں روکتا بلکہ تجارت کی ہر کڑی میں توانائی اور اس سے اخذ کردہ اشیا کی قیمتوں میں اضافہ کر دیتا ہے۔ لہٰذا محنت کش عوام اس ''منڈی کے حل'' کی دگنی قیمت ادا کرتے ہیں۔ ایک تو گلوبل وارمنگ کم نہیں ہوتی اور اس کے طبقاتی نتائج انہیں بھگتنے پڑتے ہیں۔ دوسرا توانائی کی قیمتوں میں اضافے کے ساتھ اس سے جڑا عدم تحفظ بڑھ جاتا ہے۔

عالمی بورژوازی کا بالادست حصہ اب موسمیاتی تبدیلی کے انکار سے انفرادی ذمہ داری کے نظریے تک چلا گیا ہے اور ''سبز'' یا ''ماحول دوست سرمایہ داری'' کو فروغ دینے لگا ہے۔ یہ سب ایک دھوکہ ہے جس کا مقصد وقت حاصل کرنا ہے تاکہ عوامی تحریک کو گمراہ یا منتشر کیا جا سکے (اور ساتھ ہی سرمائے میں اضافہ بھی جاری رکھا جائے)۔ لیکن مسئلہ یہ ہے سماجی اور ماحولیاتی حوالے

سے انسانیت کے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔

☆ درحقیقت کرہ ارض کی ماحولیاتی تباہی، اقتصادی و معاشی بحران اور اس کے سیاسی، سماجی وعسکری مضمرات آپس میں جڑے ہوئے ہیں:

منافع کی گرتی ہوئی شرح کی بحالی کے لیے اپنی مستقل ردِ انقلابی منطق کے تحت سرمایہ سٹرکچرل ردِ اصلاحات نافذ کرتا ہے جن سے پیداواری لاگت کو کم کرنے کے لیے فطرت کو جنس میں تبدیل کیا جاتا ہے (مثلاً زرعی کاروبار، فریکنگ اور صنعتی پیمانے پر جانوروں کی افزائش)۔ اس کا نتیجہ حیاتیاتی تنوع کے خلاف مزید ماحولیاتی جارحیت، جنگلات کی مزید کٹائی اور میتھین کا مزید اخراج ہے۔ ان سب سے کرہ ارض کا درجہ حرارت مزید بڑھتا ہے۔

☆ اگرچہ 'کوپ' والے اپنی ''بعد از فوسل تبدیلی'' کا دم بھرتے ہیں لیکن کوئلے کا استعمال اُلٹا بڑھ گیا ہے۔ یوکرائن جنگ سے توانائی کی قیمتیں بہت بڑھ چکی ہیں جس سے اس شعبے میں سرمائے کے ارتکاز کی حوصلہ افزائی ہوئی ہے اور اب مشرق وسطیٰ کے تنازعے کی وجہ سے اس عمل میں اور بھی شدت آرہی ہے۔ چنانچہ گرین ہاؤس گیسوں کا اخراج بڑھ رہا ہے۔

اس پس منظر میں جو چیز بار بار ایک فوری ضرورت کے طور پر ظاہر ہوتی ہے اور جو سرمایہ دارانہ نظام میں ناممکن ہے وہ علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر ایک ہنگامی سماجی و ماحولیاتی پروگرام ہے جس کی بنیاد سرمایہ داری مخالف، سامراج مخالف اور ایکوسوشلسٹ (Eco-Socalist) ہو۔

☆ فوسل توانائی کے ڈھانچے سے باہر نکلنا ہوگا۔ اس شعبے کی اجارہ داریوں کو بغیر معاوضے کے ضبط کیا جائے اور صاف اور قابل تجدید توانائی کی طرف سماجی کنٹرول کے ساتھ ریاستی سطح پر منتقلی کو سبسڈی دی جائے (آئی پی سی سی ایک بااختیار سائنسی ادارے کے طور پر تجرباتی ماڈلوں کے ذریعے ثابت کر چکا ہے کہ قابل تجدید ذرائع دنیا بھر کی توانائی کی ضروریات سے 10 گنا زیادہ پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں)۔

☆ سماجی طور پر غیر ضروری آلودگی پھیلانے والی تمام صنعتوں پر پابندی لگائی جائے جن

میں زراعت کا کاروبار، دیوہیکل پیمانے کی کانکنی، فریکنگ وغیرہ شامل ہیں۔عوام کے صحت بخش، غذائیت سے بھرپور اور قابل رسائی خوراک کے حق کو یقینی بنانے کے لیے جامع زرعی اصلاحات کی جائیں اور بڑے پیمانے پر ماحول دوست زرعی پیداوار کو استوار کیا جائے۔

☆ محنت کشوں اور صارفین کے سماجی کنٹرول اور ریاستی ملکیت میں پبلک ٹرانسپورٹ کی فراہمی اور بہتری یقینی بنائی جائے اور ذاتی ٹرانسپورٹ کے آلودگی پر مبنی استعمال کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

☆ یومیہ اوقات کار میں کمی کی جائے اور اجرت کو افراط زر اور اوسط خاندانی ضروریات سے جوڑا جائے۔ دستیاب کام کو تمام فعال لیبر فورس کے درمیان تقسیم کیا جائے۔اس طرح مکمل روزگار کے حق کی یقین دہانی ہوگی اور ساتھ ہی ساتھ بڑے پیمانے پر سماجی فرصت بھی میسر آئے گی۔

☆ اشیا اور خدمات کی پیداوار اور تقسیم کی جمہوری منصوبہ بندی کی جائے اور معیشت کے کلیدی شعبوں کو محنت کش خواتین اور مردوں کے ہاتھوں میں دیا جائے۔ ماحولیاتی اور سماجی طور پر پائیدار کرہ ارض سے متصادم سرمایہ دارانہ طرز پیداوار کے انتشار کے خاتمے کی یہی بنیاد ہے۔

بلاشبہ یہ اس دنیا، جسے سرمایہ داری بربادی کی اتھاہ گہرائیوں کی جانب دھکیل رہی ہے، کی تہذیبی وثقافتی نجات کے لیے انقلابی تبدیلی کے کچھ ناگزیر اقدامات ہیں۔

مثبت امر یہ ہے کہ فوری ماحولیاتی ایجنڈا محنت کشوں کی نوجوان اور ہراول پرتوں کے لیے زیادہ سے زیادہ اہمیت حاصل کر رہا ہے۔ وہ اس حوالے سے مزید ریڈکلائز ہو رہے ہیں۔ان میں ایسی حساسیت اور شعور تیزی سے بڑھ رہا ہے جو کم از کم سرمایہ داری مخالف ہے اور اس کا اظہار ایسی جدوجہدوں اور منظّم گروہوں میں ہو رہا ہے جنہیں وسیع تر سماجی ہمدردی ملتی ہے۔ انقلابیوں کے لیے چیلنج ان جدوجہدوں کا حصہ بننا ہے اور ساتھ ہی صبر سے ان ہراول دستوں کے بہترین عناصر کو اپنی حکمت عملی اور نظریاتی پوزیشنوں پر جیتنا ہے۔اسی طرح پوری دنیا میں آئی ایس ایل کے سیکشن نامیاتی طور سے مضبوط ہو سکتے ہیں۔

صنف: حقوق پر حملے اور ردِ عمل

سال 2022ء کا اختتام طالبان حکومت کی جانب سے افغان خواتین کی تعلیم پر پابندی سے ہوا۔ ایران میں مذہبی حکومت نے حقوق نسواں اور عوامی مظاہروں پر جبر کیا اور مذہبی پولیس کے ہاتھوں نوجوان خاتون مہسا امینی کے قتل کے ایک سال بعد ستمبر 2023ء میں پارلیمنٹ نے حجاب نہ پہننے والی خواتین کے خلاف مزید سخت سزاؤں کی قانون سازی کی۔ یہ سیاسی اور مذہبی رجعت کی جارحیت کی نشانیاں ہیں جو 2015-2019ء کی عالمی حقوق نسواں کی لہر کے بعد شروع ہوئی۔

اقوام متحدہ کی رپورٹ برائے خواتین 2023ء کے مطابق، ''دنیا صنفی مساوات کو حاصل کرنے میں ناکام ہو رہی ہے اور یہ تیزی سے ایک بہت دور کا ہدف بنتا جا رہا ہے'' جسے ''موجودہ رفتار سے حاصل کرنے میں 300 سال لگیں گے۔''

یہ صنفی فرق کئی اعداد و شمار سے واضح ہے:

☆ کام کرنے کی عمر کی صرف 61.4 فیصد خواتین لیبر مارکیٹ کا حصہ ہیں جبکہ مردوں میں یہ شرح 90 فیصد ہے۔

☆ عالمی مزدور آمدن میں مردوں کے کمائے گئے ہر ڈالر کے مقابلے خواتین صرف 51 سینٹ کماتی ہیں۔

☆ خواتین بلا معاوضہ گھر اور دیکھ بھال کے کاموں پر مردوں کے مقابلے میں روزانہ اوسطاً 2.3 گھنٹے زیادہ صرف کرتی ہیں۔

☆ دنیا بھر میں ''ہر چار میں سے ایک شخص یہ مانتا ہے کہ مرد کا اپنی بیوی کو مارنا جائز ہے۔''

خواتین میں غربت اور ان پر مردوں کا تشدد اسی رفتار سے بڑھ رہا ہے جس رفتار سے معاشی بحران، موسمیاتی تبدیلی اور جنگوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ مختلف براعظموں اور ممالک میں فرق کے باوجود یہ لعنتیں سامراجی سرمایہ داری کے تحت بالعموم بڑھ ہی رہی ہیں۔ دائیں اور انتہائی دائیں بازو کی پیش قدمی ان کے اپنے بقول 'صنفی نظریئے' کے خلاف مہمات کو مہمیز دے رہی ہے۔

"ILGA" کی 2023ء کی رپورٹ کے مطابق مختلف یا متفرق جنسی رجحان رکھنے والے افراد کے خلاف نفرت انگیز تقاریر، جرائم اور تشدد میں اضافہ ہوا ہے۔ مثال کے طور پر یوگنڈا نے "بار بار" ہم جنس پرستی کے لیے سزائے موت مقرر کی، ہنگری نے ہوموپیرنٹل خاندانوں کے خلاف گمنام رپورٹ کرنے کو قانونی حیثیت دی، روسی سپریم کورٹ نے LGBT+ تحریک کو انتہا پسند قرار دیا، اردگان نے اس سلسلے میں اپنی نفرت کی مہم کو دوگنا کر دیا اور فلوریڈا اور چھ دیگر امریکی ریاستوں نے صنفی تنوع کے موضوعات والی تمام نصابی کتابوں پر پابندی لگا دی ہے۔

اس جارحیت کے خلاف مزاحمت اور جدوجہد ہو رہی ہے لیکن اس میں ماضی قریب میں دیکھی جانے والی شدت اور ریڈکلائزیشن نہیں ہے۔ 8 مارچ اور صنفی تشدد کے خلاف عالمی دن 25 نومبر کو میکسیکو اور سپین جیسے کئی ممالک میں بڑے پیمانے پر مارچ ہوئے۔ ہم نے فلسطین اور افریقہ کی خواتین کے ساتھ یکجہتی کو اجاگر کرتے ہوئے ان میں شرکت کی۔ مزید برآں کئی ممالک میں مزدور یونینوں کی جدوجہد اور قومی آزادی کی تحریکوں (مغربی صحارا، کردستان، بلوچستان، کشمیر وغیرہ) میں بھی خواتین نمایاں کردار ادا کر رہی ہیں۔

فروری 2023ء میں میڈرڈ (سپین) میں تقریباً 3,000 شرکا کے ساتھ حقوق نسواں کا ایک بین الاقوامی اجلاس ہوا اور اسی سال مارچ میں 30 ممالک کی 50 خواتین رہنماؤں نے میکسیکو سٹی میں ایک "فیمنسٹ انٹرنیشنل" کی بنیاد رکھی۔ ان دونوں واقعات میں قیادت اصلاح پسندوں کے پاس ہے۔ اگرچہ انہوں نے ایک "پاپولر، انٹرسیکشنل، طبقاتی، سرمایہ داری مخالف، اختلاف رائے کو قبول کرنے والے، نوآبادکاری دشمن، نسل پرستی مخالف، ماحول دوست، سزاؤں کے مخالف اور جمہوریت اور امن والے فیمنزم" کا اعلان کیا لیکن کئی منتظمین ایسی بورژوا حکومتوں کی اہلکار ہیں جو کٹوتیوں کی سخت پالیسیاں نافذ کر رہی ہیں اور یہاں تک کہ صنفی حقوق کے خلاف بھی کاروائیاں کر رہی ہیں۔

ہمارے لیے یہ بہت اہم ہے کہ محنت کش خواتین، حقوقِ نسواں اور دوسری صنفوں کے حقوق

کی جدوجہد میں مداخلت کریں تاکہ ان تحریکوں کو آگے بڑھایا جاسکے اور اپنی قوتوں کی تعمیر کو بھی مستحکم کیا جاسکے۔ ایک ریڈیکل نوجوان ہراول دستہ ان تحریکوں کا حصہ ہے جو اس نظام کے اداروں اور جماعتوں پر یقین نہیں رکھتا اور انقلابی نظریات کو جذب کرنے کے لیے تیار ہے۔ سب سے بڑے سے شروع کریں تو ہمارے حریف یہ ہیں: 1) اصلاح پسندی، جو جدوجہد کو سست کر کے بورژوا اداروں کی جانب موڑ دیتی ہے۔ 2) ریڈیکل فیمنزم یا ریڈفیم، جو مردوں کو سماجی طبقات سے الگ تھلگ، اپنے بڑے دشمن کے طور پر دیکھتا ہے۔ 3) شناخت کی سیاست (Identity Politics) کا دھارا، جو اختلافات کو بڑھاوا دیتا ہے، جدوجہد کو تقسیم کرتا ہے اور سب سے زیادہ انقلاب مخالف گروہ ہے۔ 4) وہ لوگ جو محنت کش طبقے کی تحریک سے علیحدہ، خودمختار اور متوازی حقوق نسواں کی تحریک کو فروغ دیتے ہیں، جس سے محنت کش طبقے کا قائدانہ کردار کمزور ہوتا ہے۔

ان غلط پوزیشنوں کے خلاف سیاسی جدوجہد میں ہم اپنے سوشلسٹ اور انقلابی حقوق نسواں کا پرچم اور پروگرام بلند کرتے ہیں جو پدرشاہی سرمایہ دارانہ نظام کے ہر پہلو کے خلاف ایک مکمل لڑائی پر مبنی ہے۔

نوجوانوں کو ترجیح دینا ہوگی!

سرمایہ داری کا بحران نوجوانوں کو خاص طور پر متاثر کرتا ہے۔ دنیا بھر میں نوجوانوں میں بے روزگاری کی شرح عام آبادی سے کہیں زیادہ اور اکثر دگنی ہے۔ وہ غیر یقینی روزگار اور عدم استحکام سے سب سے زیادہ متاثر ہو رہے ہیں۔ کٹوتیوں کی پالیسیوں سے عوام کی تعلیم تک رسائی محدود ہوتی ہے اور تعلیم کا معیار بھی گرتا ہے۔ دنیا بھر میں ایسے نوجوانوں کا تناسب بڑھ رہا ہے جو نہ پڑھتے ہیں اور نہ ہی کام کرتے ہیں۔ بورژوا ریاستوں کا جبر انہیں مجرم بنا کر پیش کرتا ہے، سزائیں دیتا ہے اور اکثر قتل کر دیتا ہے۔ سرمایہ داری نوجوانوں کو کچھ نہیں دے رہی۔ انہیں مواقع، زندگی کے مقصد، امید اور مستقبل سے محروم کر دیا گیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نوجوان ہی سب سے زیادہ آسانی اور کثرت سے اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ان

کے پاس کھونے کو کچھ نہیں ہے۔ وہ ایسی بغاوتوں اور ایسے انقلابات میں سب سے آگے دکھائی دیتے ہیں جو دنیا کو جھنجھوڑ کے رکھ دیتے ہیں اور ان حالات میں انتہائی ریڈیکل پوزیشنیں اختیار کرتے ہیں۔ سرمایہ داری کے کچھ دانشور نوجوانوں کے دائیں اور انتہائی دائیں بازو کے رجحانات میں شمولیت کا ذکر کرتے ہیں۔ کچھ استثنائی مثالیں ہوسکتی ہیں لیکن بالعموم یہ درست نہیں ہے۔ کسی عوامی انقلابی متبادل کی عدم موجودگی میں نوجوان، جو خود پر ظلم و جبر کرنے والے اس نظام کو مسترد کرتے ہیں، کسی وقت دائیں بازو کے کسی ''انتشار انگیز'' منصوبے کی حمایت کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ ایک عارضی حمایت ہوتی ہے۔ نوجوانوں کا عالمی تحرک جبر کے خلاف ہے، استبداد کے خلاف ہے اور ہر اس چیز کے خلاف ہے جس کی دایاں بازو نمائندگی کرتا ہے۔

حالیہ برسوں میں نوجوان طبقاتی جدوجہد میں ہراول رہے ہیں۔ چلی، پیرو اور کولمبیا کی تحریکوں میں وہ پیش پیش تھے۔ وہ امریکہ میں 'بلیک لائیوز میٹر' کی تحریک اور لبنان، ایران اور عراق وغیرہ کی بغاوتوں کی قیادت میں تھے۔ وہ فرانس، برطانیہ اور امریکہ کی حالیہ ہڑتالوں میں بھی سب سے آگے تھے۔ وہ نڈر اور بے باک فلسطینی مزاحمت کے بھی ہراول دستے میں ہیں۔ پاکستان میں بھی حالیہ سالوں میں اٹھنے والی قومی حقوق کی تحریکوں میں نوجوانوں نے ہی کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ بالعموم پوری دنیا میں وہ عوامی تحریکوں، بغاوتوں اور انقلابات کے عوامل میں سب سے آگے ہونے کے ساتھ ساتھ مزدور تحریک، ہڑتالوں اور یونینوں کی نئی قیادتوں کی تشکیل کے عمل میں بھی سرگرم اور لڑاکا ترین پرتوں میں شامل ہیں۔

اسی طرح ماحولیات کے دفاع، خواتین کے حقوق اور صنفی تحریکوں کی جدوجہد کے پیچھے بھی سب سے بڑھ کر نوجوانوں کی قوتِ محرکہ شامل ہے۔ کیونکہ یہ مسائل نوجوانوں کو سب سے زیادہ متاثر کرتے ہیں۔ اگرچہ حالیہ برسوں میں طلبہ کی کوئی بڑی تحریکیں سامنے نہیں آئیں لیکن تعلیم عامہ کا دفاع اور جدوجہد بھی نوجوانوں کے لیے ایک اہم اور حساس مسئلہ ہے۔

ان تمام وجوہات کی بنا پر سرمایہ دارانہ نظام کے بحران اور طبقاتی کشمکش کے ابھار کی اس

صورتحال میں نوجوان ہمیشہ کی طرح انقلابی پارٹیوں کی تعمیر میں انتہائی اہم اثاثہ ہیں۔تحریکوں میں پیش پیش ان ریڈیکل نوجوانوں تک پہنچ کے اورانہیں عالمی سوشلسٹ انقلاب کی حتمی منزل کی راہ دکھا کے ہی ہم اپنی پارٹیوں اور انٹرنیشنل کو بین الاقوامی طبقاتی جدوجہد کی ہراول ترین پرتوں کے بہترین عناصر کے ساتھ تعمیر کر سکیں گے۔

بربریت سے بچنے کے لیے عوامی اثر ورسوخ والی پارٹیاں اور انٹرنیشنل تعمیر کرنا ہوگی!

آخر میں ہم اپنی پچھلی کانگریس کے سب سے اہم نکتے کو دوبارہ پیش کرتے ہیں:

سرمایہ دارانہ بحران کی حرکیات ہمیں اس نتیجے پر پہنچاتی ہے کہ بربریت اور انسانیت کی معدومیت، جہاں موجودہ حکمران طبقہ ہمیں لے جا رہا ہے، کی جانب اس تیز رفتار پیش رفت کو روکنے کا واحد امکان عالمی سوشلسٹ انقلاب کی فتح ہے۔عوام اپنے حصے کا کام کر رہے ہیں۔دنیا کے تمام خطوں میں سال بہ سال بغاوتیں اور انقلابات برپا ہو رہے ہیں۔لیکن اب تک کہیں بھی کوئی ایسی انقلابی تنظیم سامنے نہیں آئی ہے جس کے پاس وہ تعداد، اثر ورسوخ، صلاحیت اور ارادہ ہو کہ ان تحریکوں کی قیادت کرتے ہوئے ایک سوشلسٹ انقلاب برپا کر سکے۔یہی سب سے بڑا مسئلہ ہے۔

ہم نے اس مسئلے سے نمٹنے یا اس سے بچنے کی تمام کوششیں ناکام ہوتی دیکھی ہیں۔سوویت یونین کے زوال کے بعد پروان چڑھنے والے ”خودکاری“ کے نظریات (Autonomist Theories)، جن کے مطابق اقتدار سنبھالے بغیر دنیا کو تبدیل کیا جا سکتا ہے، حقیقت کے ہاتھوں بار بار غلط ثابت ہو چکے ہیں۔جب بھی اقتدار بورژوازی کے ہاتھ میں رہا ہے اس نے اسے خود کو چیلنج کرنے والی ہر تحریک کو کچلنے کے لیے استعمال کیا ہے۔کچھ لوگ انقلابی پارٹیوں کی تعمیر کے جواز پر یوں سوال اٹھاتے ہیں کہ کیا ان کے حتمی مقصد کا حصول ممکن ہے؟ اگر انقلاب ہی ممکن نہیں تو جس تنظیم کا وجود انقلاب کی قیادت کرنے کی خاطر ہو، وہ بیکار ہے۔اگر سرمایہ دارانہ نظام کے اندر رہتے ہوئے جمہوری اور سماجی بہتری کی جدوجہد ہی واحد مقصد ہے تو بہتر ہے کہ خود کو ان مطالبات تک محدود پروگرام کے

ساتھ وسیع تر (Broad) جماعتیں بنانے کی حد میں ہی رکھا جائے۔

ہمارے نزدیک یہ نقطہ نظر غلطی، مایوسی، محدودیت اور اصلاح پسندی پر مبنی ہے۔ اس وقت سوشلسٹ انقلاب کی فتح کی راہ میں واحد رکاوٹ محنت کشوں کی تحریک میں پیوست ایسی انقلابی تنظیم کی عدم موجودگی ہے جو انقلابی عمل کی قیادت کرنے کے لیے درکار اثر ورسوخ رکھتی ہو۔ انقلابی عمل پے درپے رونما ہو رہے ہیں اور بلا شبہ رونما ہوتے رہیں گے۔ نیتجتاً ہمارا اہم ترین فریضہ ایسی انقلابی، لیننسٹ تنظیموں کی تعمیر ہے جن کی بنیاد پیشہ ور کیڈرز کی تربیت اور اقتدار کی جدوجہد کے لیے جمہوری مرکزیت پر مبنی ہو۔

چونکہ ہم انجمنان ستائش باہمی بنانے کا ارادہ بالکل نہیں رکھتے بلکہ بڑے پیمانے پر سیاسی اثر و رسوخ کا حصول اور ہراول پرتوں کے بہترین افراد کو ریکروٹ کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے ہمیں سرمایہ داری مخالف ایسے وسیع تر رجحانات میں شرکت کے لیے بھی رضامند اور تیار رہنا ہوگا جو بائیں بازو کی جانب جھکاؤ اختیار کرنے والے محنت کشوں اور نوجوانوں کے اہم حصوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ اسی لیے اپنی سیاسی اور تنظیمی آزادی کھوئے بغیر ہم برازیل میں ''PSOL'' کے بائیں بازو کا حصہ ہیں۔ لیکن ہم اِس یا دوسرے طریقہ ہائے کار (جیسے ارجنٹینا میں ''FITU'') کو اپنی بالشویک پارٹی کی تعمیر کی حکمت عملی کے ساتھ گڈ مڈ نہیں کر سکتے۔ یہ طریقہ ہائے کار اسی حد تک مفید ہیں جہاں تک یہ انقلابی پارٹی کی تعمیر میں ہماری مدد کرتے ہیں۔ تجربہ بتاتا ہے کہ یہ ہمیشہ کے لیے کارگر نہیں ہوتے۔ ہمیں اس وقت کے لیے بھی تیار رہنا ہوگا جب یہ جماعتیں یا رجحانات ترقی پسند نہ رہیں اور اس حقیقت کے نتیجے میں ہمیں خود کو ان سے الگ کرنا پڑے۔

ہماری تمام تنظیموں کو محنت کش طبقے کے سب سے زیادہ متحرک حصوں میں خود کو تعمیر کرنے کی کوشش کرنا ہوگی اور اس سلسلے میں صنعتی پرولتاریہ کو خاص اہمیت دینی ہوگی۔ پرولتاریہ کی ہراول پرتوں کے لیے قومی سطح کا حوالہ اور وسیع اثر ورسوخ کا حامل ہونے کی اہمیت طبقاتی جدوجہد کے ابھار اور اس سے بھی بڑھ کر بغاوتوں کے دوران بہت بڑھ جاتی ہے۔ ان حالات، جو ہم کچھ

ممالک میں دیکھ رہے ہیں، میں محنت کش طبقے کی قیادت کا سوال کلیدی اہمیت اختیار کر لیتا ہے۔

نوجوانوں میں کام کی بڑھوتری، جو کیڈرز کی تشکیل کے لیے کلیدی حیثیت رکھتی ہے، محنت کش طبقے میں تنظیم کو تیزی سے تعمیر کرنے کی حکمت عملی کا اہم جزو ہے۔

ہماری ملکی تنظیموں اور جماعتوں کی تعمیر کا ایک بنیادی اوزار ہماری انٹرنیشنل سوشلسٹ لیگ اور اس کا بڑھتا ہوا تحرک ہے۔ اس کے ساتھ ہم بین الاقوامی سطح پر جو کامیابی اور بڑھوتری حاصل کر رہے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا میں انقلابیوں کی تنظیم نو میں پیش قدمی کے حالات تیزی سے سازگار ہو رہے ہیں۔

آئی ایس ایل کی طاقت اس کے نصب العین میں مضمر ہے۔ جو مختلف روایات سے آنے والے انقلابیوں کو نہ صرف اصولی پروگرام بلکہ باہمی احترام کے ایک صحت مند طریقہ کار کے ذریعے بھی ایک تنظیم میں متحد کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جہاں کچھ بھی مسلط نہیں کیا جاتا اور پختہ جمہوریت کی بنیاد پر ہم ایک نئی روایت کی طرف بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں جو ماضی کی روایات سے بلند تر ہوگی۔

ہر ملک میں آئی ایس ایل کے نصب العین کا پرچار اور اس سے ابھرنے والی بین الاقوامی مہمات اور اقدامات کا بھرپور فروغ نہ صرف ہمیں دنیا بھر کے انقلابیوں، محنت کشوں اور نوجوانوں کے لیے پرکشش بنا سکتا ہے بلکہ ایک انٹرنیشنل کی تعمیر میں معیاری جست ثابت ہو سکتا ہے۔